فضائل و مسائل

قربانی

Edition: 2015

تالیف

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ناشر
مکتبہ اھل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودہا
0321-6353540

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل و مسائل قربانی

متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

قربانی کی اہمیت:

قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا السلام تک مشروع چلی آرہی ہے، ہر مذہب وملت کا اس پر عمل رہا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ الآية.

(سورۃ الحج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے۔

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت میں جاری رہا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں خصوصی اہمیت اختیار کر گیا، اسی وجہ سے اسے ”سنتِ ابراہیمی“ کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خدا کی رضامندی کے لیے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کیلئے پیش کیا تھا۔ اسی عمل کی یاد میں ہر سال مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔ اس قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ رب کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے اور مال و متاع کی محبت کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ نیز قربانی کرتے وقت یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ قربانی کی طرح دیگر تمام عبادات میں

مقصود رضاءِ الٰہی رہے، غیر کے لیے عبادت کا شائبہ تک دل میں نہ رہے۔ گویا مسلمان کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر بن جائے:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

(سورۃ الانعام:162)

کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کی رضامندی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

قربانی کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِیْنَۃِ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ.

(جامع الترمذی: ج1 ص409 ابواب الاضاحی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ قربانی کرتے رہے۔

قربانی کے فضائل:

کئی احادیث میں قربانی کے فضائل وارد ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(1): عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ علیہ السلام قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ.

(سنن ابن ماجہ ص226 باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی

سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یارسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔

(2) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ اَنَّهٗ لَيَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً.

(جامع الترمذی ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیہ)

ترجمہ: عید الاضحیٰ کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(3) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم مَا اُنْفِقَتِ الْوَرَقُ فِيْ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ نَحِيْرَةٍ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ.

(سنن الدار قطنی ص774 باب الذبائح، السنن الکبریٰ للبیھقی ج9 ص261)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا: کسی خرچ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن قربانی پر کیا جائے ہر گز نہیں۔

قربانی کے مسائل

(1) قربانی واجب ہے:

ہر صاحبِ نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں قرآن و سنت میں کئی دلائل موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

(1) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ.

(سورۃ الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی (خوشنودی) کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

مشہور مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

قَالَ عِكْرِمَةُ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلٰوةَ الْعِيْدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ فَعَلٰى هٰذَا يَثْبُتُ بِهٖ وُجُوْبُ صَلٰوةِ الْعِيْدِ وَالْاُضْحِيَّةِ.

(التفسیر المظہری: ج10 ص353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ“ میں ”فصل“ سے مراد ”عید کی نماز“ اور ”وانحر“ سے مراد ”قربانی“ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”احکام القرآن“ میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ صَلٰوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُدْنِ...قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا التَّاوِيْلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ، اَحَدُهُمَا اِيْجَابُ صَلٰوةِ الْاَضْحٰى وَالثَّانِيْ وُجُوْبُ الْاُضْحِيَّةِ.

(احکام القرآن للجصاص ج3 ص419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ“ میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور ”وانحر“ سے قربانی مراد ہے۔ حضرت ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1: عید کی نماز واجب ہے۔ 2: قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ: مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَلَمْ

يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، مسند احمد ج2 ص321 رقم8254، السنن الکبریٰ ج9 ص260 کتاب الضحایا، کنز العمال رقم12261)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا وُقُوفاً عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه و سلم بِعَرَفَةَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلٰى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَةً وَعَتِيْرَةً.

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، سنن نسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ۔

فائدہ: ”عتیرہ“ اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھر اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرمادیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه و سلم عَنِ الْفَرَعِ وَالْعَتِيْرَةِ.

(سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرما دیا۔

فائدہ: "فرع" اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد میں اسے میں منسوخ کر دیا گیا۔ (زہر الربیٰ علی النسائی للسیوطی ج2 ص188)

(4) حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

شَهِدْتُّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ.

(صحیح البخاری ج2 ص843 باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید الاضحی کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

بعض لوگ قربانی کو محض "سنت" سمجھتے ہیں، واجب نہیں مانتے۔ دلیل میں یہ باتیں پیش کرتے ہیں:

1: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن کیے جانے والے کام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ... مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ.

(صحیح البخاری: ج2 ص832)

کہ اس دن پہلا کام جو ہم کرتے ہیں وہ نماز (عید) ہے، پھر نماز سے واپسی پر قربانی کرتے ہیں۔ جو شخص ایسا کرتا ہے (یعنی نماز پڑھ کر قربانی کرتا ہے) تو اس نے ہمارے طریقے پر عمل کیا اور جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو یہ محض گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے۔ ہاں جس شخص نے نماز (عید) کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی پوری ہوئی اور یہی شخص مسلمانوں کے طریقے پر چلا ہے۔

2: وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ.

(صحیح البخاری: ج2ص832)

کہ قربانی سنت ہے اور ایک معروف چیز ہے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”أَصَابَ سُنَّتَنَا“ فرمایا ہے اور ایک مقام پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ”هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ“ فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کرنا ”سنت“ ہے۔

عرض ہے کہ یہاں ”سنت“ سے مراد اصطلاحی سنت نہیں بلکہ اس سے مراد ”طریقہ“ ہے کہ جس شخص نے پہلے نماز عید ادا کی پھر قربانی کی تو اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والمراد بالسنة هنا في الحديثين معا الطريقة لا السنة بالإصطلاح التي تقابل الوجوب.

(فتح الباری: ج10ص3)

ترجمہ: یہاں ان دونوں حدیثوں میں ”سنت“ سے مراد طریقہ ہے، سنت اصطلاحی مراد نہیں جو وجوب کے مقابلے میں آتی ہے۔

لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ”أَصَابَ سُنَّتَنَا“ فرمانا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ”هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ“ کہنا قربانی کے واجب ہونے کے منافی

نہیں ہے۔

(2) قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد و عورت میں قربانی کے ایام میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:

(1) مسلمان ہو

دلیل:

لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ.

(بدائع الصنائع: ج4، ص195)

ترجمہ: قربانی عبادت و قربت کا نام ہے اور کافر عبادت اور قربت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو

دلیل:

لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ.

(البحر الرائق: ج2، ص: 271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3) صاحب نصاب ہو

دلیل:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

(سنن ابن ماجہ: ص226، باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں

نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحبِ وسعت ہونا ضروری ہے جسے ”صاحب نصاب“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

(4) مقیم ہو، مسافر پر قربانی واجب نہیں

دلیل:

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ.

(المحلیٰ بالآثار لابن حزم: ج6، ص37، مسئلہ نمبر 979)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(3) قربانی کا نصاب:

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو نصاب صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: ج5 ص360، کتاب الاضحیہ)

پس جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ: ج1 ص160، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ و من لا یجوز)

یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت و حاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود و نمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔

(بدائع الصنائع: ج2 ص159، 158، رد المحتار ج3 ص346 باب مصرف الزکوۃ والعشر)

(4) قربانی کے جانور:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کئے جا سکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر، مادہ) ہیں۔

دلیل:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ الاية﴾

(سورۃ الانعام: 143، 144)

ترجمہ: (مویشیوں کے) کل آٹھ جوڑے اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ دو صنفیں (نر اور مادہ) بھیڑوں کی نسل سے اور دو بکروں کی نسل سے، ذرا ان سے پوچھو کہ: ”کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کسی علمی بنیاد پر مجھے جواب دو!“ اور اسی طرح اونٹوں کی بھی دو صنفیں (نر اور مادہ) اللہ نے پیدا کی ہیں، اور گائے کی بھی دو صنفیں۔ ان سے کہو: ”کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟

آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔

فائدہ:

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔ اس پر چند دلائل یہ ہیں:

(1): اجماع امت:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ حُکْمَ الْجَوَامِیْسِ حُکْمُ الْبَقَرِ.

(کتاب الاجماع لابن المنذر: ص37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

(2) لغت:

اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ کِبَارِ الْبَقَرِ.

(المنجد: ص101)

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔

(3) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے:

اَلْجَامُوْسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج7، ص65 رقم:10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(4) امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ کُلُّهَا.

(موطا امام مالک: ص294، باب ماجاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اَلْجَوَامِیْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ.

(کتاب الاموال لابن عبید: ج2، ص385، رقم:812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

(5) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تُحْسَبُ الْجَوَامِیْسُ مَعَ الْبَقَرِ.

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص23، رقم الحدیث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

فائدہ:

حلال جانور کے سات اعضاء کھانا مکروہ ہیں۔

دلیل:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا، اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ.

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص409، السنن الکبری للبیہقی: ج10، ص7، باب مایکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے؛ (۱) خون (۲) مادہ جانور کی شرمگاہ (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) نر جانور کی پیشاب گاہ (۶) مثانہ (۷) پتہ

(5) جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ.

(صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مُسِنَّة" استعمال فرمایا ہے، بقول امام ترمذی رحمہ اللہ فقہاء کرام احادیث کے معانی ومطالب زیادہ جانتے ہیں۔

(جامع الترمذی: ج1، ص193 باب غسل المیت)

چنانچہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "مُسِنَّة" کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد "الثنی" یعنی وہ جانور ہے جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو، چنانچہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور محدث وفقیہ علامہ ابو الحسین القدوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوْا...وَالثَّنِی[مِنَ الْغَنَمِ اِبْنُ سَنَةٍ] وَالثَّنِی مِنْهُ [مِنَ الْبَقَرِ]اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنِی[مِنَ الْاِبِلِ] اِبْنُ خَمْسٍ.

(الفتاویٰ عالمگیریہ: ج5، ص367)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی، گائے دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(2) محدث وفقیہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالثَّنِی مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ اِبْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اِبْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ.

(البحر الرائق: ج8 ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، اور گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(۱) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد: ج4 ص71

(۲) تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج3 ص558

نمبر2: مذکورہ حدیث میں "مُسِنَّۃ" نہ ملنے کی صورت میں "جَذْعَۃً مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالُوْا هٰذَا اِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيْماً بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ.

(البحر الرائق: ج8 ص202 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

(6) شرکاء اور ان کی تعداد:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں:

دلیل(1):

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ.

(صحیح مسلم: ج1، ص424 باب جواز الاشتراک الخ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

دلیل (2):

عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَ عَنْ سَبْعَةٍ.

(صحیح مسلم ج1 ص424 باب جواز الاشتراک الخ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی۔

بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ آگئی تو ہم گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے۔

(سنن الترمذي ج1 ص276 باب ماجاء ان الشاة الواحدة تجزی عن اھل البیت)

جواباً عرض ہے کہ:

1: اس روایت پر عمل نہیں بلکہ عمل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر ہے جس میں اونٹ میں سات افراد کی شرکت کا ذکر ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل سات کی شراکت والی حدیث پر ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ (جس میں اونٹ میں سات افراد کی شرکت کا ذکر ہے) کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

والعمل علی ھذا عند أھل العلم من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم وغیرھم.

(سنن الترمذی ج1 ص276 باب ماجاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: اسی پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

اور یہ ضابطہ ہے کہ:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم- نُظِرَ إِلَی مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

(سنن ابی داوٗد: باب لحم الصید للمحرم، باب من لا یقطع الصلوۃ شئ)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے دو حدیثیں مروی ہوں اور دونوں میں اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس پر صحابہ نے عمل کیا ہو اسے لیا جائے گا۔

2: محدثین حضرات کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما منسوخ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ ناسخ ہے۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم باب الوضوء مما مست النار کے تحت فرماتے ہیں:

وھذہ عادۃ مسلم وغیرہ من أئمۃ الحدیث یذکرون الاحادیث التی یرونھا منسوخۃ ثم یعقبونھا بالناسخ.

(شرح النووی علی صحیح مسلم: ج1 ص156 باب الوضوء مما مست النار)

ترجمہ: یہ امام مسلم اور دیگر محدثین کی عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو لاتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر وہ لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔

اس اصول کے تحت امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی ہے پھر حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کو لائے ہیں۔

3: حدیث جابر رضی اللہ عنہ قولی اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما فعلی ہے اور حدیث قولی کو حدیث فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔ اور اس مسئلہ میں ایک طرف صرف

فعلی حدیث جبکہ دوسری طرف فعلی اور قولی دونوں حدیثیں ہیں۔

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔ اس موقف پر یہ دلائل ہیں:

(1): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ و سلم اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَۃً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِہَا وَلَا اَجِدُھَا فَاَشْتَرِیْھَا فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ و سلم اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاۃٍ فَیَذْبَحُھُنَّ۔

(سنن ابن ماجہ: ص226، کتاب الاضاحی باب کم یجزی من الغنم عن البدنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے اور میں مالدار ہوں اور مجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات بکریاں خرید لو اور انہیں ذبح کر لو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا اور بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہوسکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

(2): حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

اَلشَّاۃُ عَنْ وَاحِدٍ۔

(اعلاء السنن: ج17، ص210، باب ان البدنۃ عن سبعۃ)

ترجمہ: بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بکری میں سارے گھر والے شریک ہوسکتے ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری ذبح کیا کرتا تھا پھر سارے گھر والے اسے کھاتے تھے۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 272 باب ماجاء أن الشاة الواحدة تجزي عن أهل البيت)

جواباً عرض ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ سارے گھر والے ثواب میں شریک ہوتے تھے ورنہ ایک بکری ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے جیسا کہ ماقبل میں دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ ثواب میں شریک ہونا ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنبہ ذبح کر کے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل رقم الحديث: 14893، سنن أبي داود: باب فِي الشَّاةِ يُضَحَّى بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ)

ترجمہ: اے اللہ! یہ میری طرف سے اور میرے ہر اس امتی کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قربانی کے ثواب میں شریک کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ثواب میں شریک ہونے کا ذکر ہے۔

(7) قربانی کے دن:

قربانی کے تین دن ہیں: 12.11.10 ذوالحجہ

دلیل (1): اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ.

(سورۃ الحج:28)

ترجمہ: تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَالْمَعْلُوْمَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ.

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج6، ص261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

دلیل (2):

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و سلم مَنْ ضَحّٰی مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِيْ بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

(صحیح البخاری: ج2، ص835، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہنا چاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور ذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی؟

فائدہ: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جا سکتا ہے۔

(مستدرک حاکم ج4 ص259)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ "جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جا سکتی ہے" اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جا سکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہو گی، ہر گز نہیں۔ تین دن کے بعد

قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل(3):

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔

(موطا امام مالک ص497، کتاب الضحایا)

دلیل(4):

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ :اَلنَّحْرُ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُھَا یَوْمُ النَّحْرِ.

(احکام القرآن للطحاوی: ج2 ص205)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قربانی چار دن تک کی جا سکتی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق سارے ذبح کے دن ہیں۔

(السنن الکبریٰ: باب من قال الأضحی جائز یوم النحر: 19717)

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ایام تشریق 13 ذوالحجہ تک ہوتے ہیں جو عید کا چوتھا دن ہے، اس لیے چوتھے دن بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

عرض ہے کہ:

1: اس کی سند میں ایک راوی ”معاویہ بن یحیی الصدفی“ ہے جسے محدثین نے ضعیف، لیس بالقوی (حدیث میں قوی نہیں ہے)، لاشی (بے حیثیت) قرار دیا ہے۔

(الجرح والتعدیل: ج8 ص384، الکاشف: ج2 ص277)

2: امام ابن ابی حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا یہ طریق ذکر کیا: ”معاویۃ بن یحیی الصدفی عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخذری“

اور اپنے والد ابو حاتم الرازی کا فیصلہ نقل کیا:

ھذا الحدیث کذب بھذا الاسناد.

(العلل لابن ابی حاتم الرازی: ج3 ص252)

کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ جھوٹ ہے۔

اور ایک مقام پر یہ نقل کیا:

ھذا حدیث موضوع.

(العلل لابن ابی حاتم الرازی: ج4 ص493)

کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

3: اگر اس حدیث کی بنیاد پر 13 ذی الحجہ قربانی کا دن ہے تو پھر 9 بھی شامل کرنا چاہیے کیونکہ ایام تشریق 9 سے شروع ہوتے ہیں، جبکہ 9 ذوالحجہ قربانی کے دنوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ اس روایت پر عمل ممکن ہی نہیں۔

(8) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والوں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں، صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔

(فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ و سلم يَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ

نَحَرَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ.

(صحیح البخاری: ج2، ص834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آ کر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہو گا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہو گا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

(9) عمومی مسائل:

(1) خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔

(سنن ابی داؤد ج2 ص386 باب مایستحب من الضحایا)

(2) اگر کوئی آدمی عقیقہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں اپنا حصہ رکھ لے تو یہ جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص375)

(3) ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں البتہ اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(سنن ابی داؤد: ج2، ص387، رد المحتار: ج9: ص536 کتاب الاضحیہ)

(4) اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی

قربانی جائز نہیں، ہاں اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

(ردالمحتار ج9 ص537 کتاب الاضحیہ)

(5) جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(جامع الترمذی: ج1، ص275، باب الاضاحی، ردالمحتار: ج9، ص537، کتاب الاضحیہ)

(6) اگر جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہے لیکن جڑ سے نہیں اکھڑا تو اسکی قربانی جائز ہے اور اگر جڑ سے اکھڑ چکا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

(سنن الطحاوی: ج2، ص271 باب العیوب التی لایجوز الھدایا والضحایا، ردالمحتار: ج9 ص535 کتاب الاضحیہ)

(7) جانور کی دم اگر تہائی سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے اگر تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

(اعلاء السنن: ج17 ص237، فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص368)

(8) گائے یا بھینس وغیرہ کا ایک تھن خراب اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو قربانی جائز نہیں۔

(المعجم الاوسط: ج2 ص374 رقم 3578، فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص683)

(9) جانور اگر اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زائد روشنی نہ ہو تو اسکی قربانی جائز نہیں ہاں اگر روشنی تہائی سے کم جاتی رہے تو قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص368)

(10) ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو، لہذا مشرک، مجوسی، بت پرست، اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔

(بدائع الصنائع ج4 ص164)

(11) گوشت کا حکم: افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتے داروں اور دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کیا جائے، ہاں اگر عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص371۔370) اگر قربانی کے جانور میں کئی حضرات شریک ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں۔ (البحر الرائق: ج8 ص198) قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع ج4 ص225)

(12) قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں مثلاً مصلیٰ، مشکیزہ وغیرہ بنا سکتے ہیں البتہ اس کو فروخت کر کے قیمت استعمال میں لانا جائز نہیں بلکہ فقراء کو دینا واجب ہے۔

(عالمگیری ج3 ص372)

نیز کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جا سکتی اسی طرح کسی فلاحی ادارہ میں بھی اس کا خرچ کرنا درست نہیں کیوں کہ اس میں ضروری ہے کہ اس کا فقراء ومساکین کو مالک بنا دیا جائے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ قربانی کی کھال کسی دینی مدرسہ اور جامعہ کے طلباء کو دی جائے کیوں کہ اس میں ان کی امداد کرنے کا ثواب بھی ہے اور علم دین کے احیاء کا سبب بھی۔

تکبیراتِ عیدین

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے جو چھ زائد تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قرأت سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔

پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات چونکہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ثناء کے متصل بعد کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں یہ تکبیرات کہہ کر متصل رکوع کی تکبیر کہی جاتی ہے، اس لیے اس اتصال کی وجہ سے پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ مل کر یہ تکبیرات چار ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سے مل کر چار۔ گویا ہر رکعت میں چار تکبیرات شمار ہوں گی۔

بعض روایات میں پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ، تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر پانچ اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر چار بتایا گیا ہے اور مجموعی طور پر نو تکبیرات شمار کی گئی ہیں۔ دونوں صورتوں میں زائد تکبیرات چھ ہی بنتی ہیں۔

1: عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَاب رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عِیْدٍ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَاَرْبَعًا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ حِیْنَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَاتَنْسَوْا کَتَکْبِیْرِ الْجَنَائِزِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِہٖ وَقَبَضَ اِبْھَامَہٗ.

(شرح معانی الآثار ج2 ص371 باب صلوۃ العیدین کیف التکبیر فیھا؟)

ترجمہ: ابو عبد الرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار

تکبیریں کہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

2: عَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ عَائِشَةَ جَلِيْسٌ لِّاَبِيْ هُرَيْرَةَ: اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ اَبَامُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 170 باب التکبیر فی العیدین، السنن الکبریٰ للبیہقی ج 3 ص 289)

ترجمہ: حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا چار تکبیریں کہتے تھے، جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔

3: عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهٗ حُذَيْفَةُ وَاَبُوْمُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِي الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى فَجَعَلَ هٰذَا يَقُوْلُ:

سَلْ هٰذَا وَ هٰذَا يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا حَتّٰى قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَلْ هٰذَا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَائَةِ.

(المعجم الکبیر للطبرانی ج4 ص593 رقم 9402، مصنف عبد الرزاق ج3 ص167، رقم 5704)

ترجمہ: علقمہ اور اسود بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو ان سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تکبیروں کے متعلق سوال کیا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: ان (حضرت ابو موسیٰ) سے پوچھو، اور حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ان (حضرت حذیفہ) سے پوچھو، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مسئلہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازی چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے، پھر قراءت کرے، پھر تکبیر کہ کر رکوع کرے دوسری رکعت میں تکبیر کہے، پھر قراءت کرے، پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے۔ (تین تکبیرات زائدہ اور ایک تکبیر رکوع کے لیے)

4: عَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ: اَرْسَلَ الْوَلِيْدُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ وَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ وَ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا عِيْدُ الْمُسْلِمِيْنَ، فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ؟ فَقَالُوْا: سَلْ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ: يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَ يَرْكَعُ فَتِلْكَ خَمْسٌ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا يَرْكَعُ فِيْ آخِرِهِنَّ فَتِلْكَ تِسْعٌ فِي الْعِيْدَيْنِ فَمَا اَنْكَرَهٗ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج4 ص393,392 رقم الحدیث 9400)

ترجمہ: حضرت کردوس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس تہائی رات گزرنے کے بعد پیغام بھیجا کہ یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے، اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب نے کہا: ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ بن مسعود سے پوچھو۔ چنانچہ قاصد نے ان سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے۔ پھر سورۃ الفاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، یہ پانچ تکبیریں ہوئیں۔ پھر (دوسری رکعت میں) کھڑے ہو کر سورت فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر چار تکبیریں کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، عید الفطر اور عید الاضحی میں یہ نو تکبیریں بنتی ہیں۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ [جو کہ ان حضرات کی طرف سے زبردست تائید ہے کہ یہی طریقہ صحیح ہے]

:5 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تکبیراتِ جنازہ کے چار ہونے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

فَاَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ عَلٰى اَنْ يَّجْعَلُوْا التَّكْبِيْرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيْرِ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ.

(شرح معانی الآثار ج1 ص319 باب التکبیر علی الجنائز کم ھو؟)

ترجمہ: تو انہوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں۔

:6 عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فِي الْاُوْلٰى خَمْسُ تَكْبِيْرَاتٍ بِتَكْبِيْرَةِ

الرَّکۡعَةِ وَبِتَکۡبِیۡرَةِ الۡاِسۡتِفۡتَاحِ وَفِی الرَّکۡعَةِ [الۡاُخۡرٰی] اَرۡبَعَةٌ بِتَکۡبِیۡرَةِ الرَّکۡعَةِ.

(مصنف عبد الرزاق: ج3 ص166 رقم الحدیث 5702 باب التکبیر فی صلوۃ العید)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں رکوع اور تحریمہ کی تکبیر کو ملا کر پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کو ملا کر چار تکبیریں بنتی ہیں [خلاصہ یہ کہ ہر رکعت میں زائد تکبیروں کی تعداد تین ہے۔]

7: عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ الۡحَارِثِ اَنَّہٗ صَلّٰی خَلۡفَ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا فِی الۡعِیۡدِ فَکَبَّرَ اَرۡبَعًا ثُمَّ قَرَءَ ثُمَّ کَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ قَامَ فِی الثَّانِیَةِ فَقَرَءَ ثُمَّ کَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ کَبَّرَ فَرَفَعَ.

(سنن الطحاوی: ج2 ص372 باب التکبیر علی الجنائز کم ھو؟)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الحارث رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے چار تکبیریں کہیں، پھر قراءت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قراءت کی پھر تین تکبیریں کہیں، پھر (چوتھی) تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا ثبوت

نماز عیدین میں تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کیا جاتا ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر 1:

عَنۡ اِبۡرَاهِیۡمَ النَّخۡعِیِّ اَنَّہٗ قَالَ: تُرۡفَعُ الۡاَیۡدِیۡ فِیۡ سَبۡعِ مَوَاطِنَ: فِی افۡتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِی التَّکۡبِیۡرِ لِلۡقُنُوۡتِ فِی الۡوِتۡرِ وَفِی الۡعِیۡدَیۡنِ وَعِنۡدِ اسۡتِلَامِ

الْحَجَرِ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ.

(سنن الطحاوی: ج1 ص417 باب رفع الیدین عند رویۃ البیت)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سات جگہوں میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔ (۱) نماز کے شروع میں (۲) نمازِ وتر میں قنوت کے وقت (۳) عیدین میں (۴) حجر اسود کو سلام کے وقت، (۵) صفا و مروہ پر، (۶) مزدلفہ اور عرفات میں (۷) دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت

دلیل نمبر2:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ.

(مرقاۃ المفاتیح لعلی القاری: ج3 ص495 باب صلاۃ العیدین)

ترجمہ: فقہاء کرام کا عیدین کی تکبیرات کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

دلیل نمبر3:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ.

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ص63)

ترجمہ: ائمہ فقہاء کا تکبیرات عیدین کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

دلیل نمبر4:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ يُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ تَكْبِيْرِ الْقُنُوْتِ وَ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ.

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج1 ص484، رفع الیدین فی الصلوۃ)

ترجمہ: فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتروں میں قنوت کی تکبیر اور عیدین کی تکبیرات کے وقت رفع یدین کیا جائے۔

نوٹ:

عام نمازوں میں صرف شروع نماز میں رفع یدین کیا جاتا ہے، باقی پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا جاتا۔ اس پر دلائل کے لیے ہمارا ترتیب دیا گیا پوسٹر ”نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے دلائل“ ملاحظہ فرمائیں۔ عام نمازوں میں عمومی دلائل کے پیشِ نظر رفع یدین نہیں کیا جاتا اور وتر اور عیدین چونکہ خاص نمازیں ہیں اس لیے خصوصی دلائل کے پیشِ نظر ان میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب